قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 12 جون 2021ء | 01 ذوالقعدہ 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:139

ارشاد باری تعالیٰ

وَ اتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَۃً وَّ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ وَ اِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰہَ ہَدٰىنِیۡ لَکُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۵۸﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ حِیۡنَ تَرَی الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ کَرَّۃً فَاَکُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۹﴾ بَلٰی قَدۡ جَآءَتۡکَ اٰیٰتِیۡ فَکَذَّبۡتَ بِہَا وَ اسۡتَکۡبَرۡتَ وَ کُنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾

(الزمر:56-60)

ترجمہ:۔ اور تمہاری طرف جو تمہارے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُس کے بہترین حصّہ کی پیروی کرو پیشتر اس کے کہ عذاب تمہیں اچانک آ پکڑے جبکہ تم (اس کا) شعور نہ رکھتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یہ کہے: وائے حسرت مجھ پر! اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے پہلو میں (یعنی اس کی نظر کے سامنے) کرتا رہا اور میں تو محض مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا۔ یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقیوں میں سے ہو جاتا۔ یا یہ کہے جب وہ عذاب کو دیکھے کہ کاش! ایک دفعہ میرے لئے لوٹ کر جانا ممکن ہوتا تو میں ضرور نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔ کیوں نہیں، یقیناً تیرے پاس میرے نشانات آئے اور تو نے ان کو جھٹلا دیا اور استکبار کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بُسر بن ارطاةؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا، وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا، وَعَذَابِ الْآخِرَةِ

ترجمہ:۔ اے اللہ! ہمارا انجام تمام معاملات میں بہتر فرما۔ اور ہمیں دنیاوی رسوائی اور اخروی عذاب سے پناہ عطا فرما۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر:17628)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

انسانی عمر کے تین زمانے

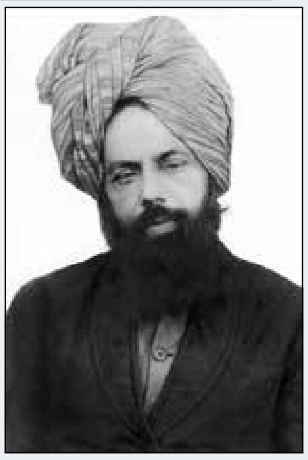

میری طرف سے اپنی جماعت کو بار بار وہی نصیحت ہے جو کہ مَیں کئی دفعہ اس جگہ اور دوسرے مقامات میں کر چکا ہوں کہ انسان کی عمر تھوڑی اور ناپائدار ہے اس کا کچھ بھروسہ نہیں ہے اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔

خاتمہ بالخیر ایسا امر ہے کہ اس کی راہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو کچھ زمانہ اس کا بے ہوشی میں گذر جاتا ہے۔ یہ بے ہوشی کا زمانہ وہ ہے جبکہ وہ بچہ ہوتا ہے اور اس کو دنیا اور اس کے حالات سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ہوش سنبھالتا ہے تو ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ وہ بے ہوشی تو نہیں ہوتی، جو بچپن میں تھی، لیکن جوانی کی ایک مستی ہوتی ہے جو اس ہوش کے دنوں میں بھی بے ہوشی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ ایسا از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ نفس امارہ غالب آ جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے کہ علم کے بعد پھر لاعلمی آ جاتی ہے۔ اور حواس میں اور دوسرے قویٰ میں فتور آنے لگتا ہے۔ یہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہے۔ بہت سے لوگ اس زمانہ میں بالکل حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور قویٰ بے کار ہو جاتے ہیں۔ اکثر لوگوں میں جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ساٹھ یا ستر سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آ جاتا ہے۔ غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے اور ضعف و تکاہل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی عمر کی تقسیم انہی تین زمانوں پر ہے اور یہ تینوں ہی خطرات اور مشکلات میں ہیں۔ پس اندازہ کرو کہ خاتمہ بالخیر کے لئے کس قدر مشکل مرحلہ ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 197، 198- ایڈیشن 1988ء)

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ برطانیہ 2004ء کے اختتامی خطاب میں فرماتے ہیں:۔

’’اس میں آپ نے انسان کے تین زمانوں کا ذکر فرمایا ہے، عمر کے تین دوروں کا ذکر فرمایا ہے۔ انسانی عمر کا پہلا دور وہ ہوتا ہے جب انسان پیدائش کے بعد سے بچپنے کی عمر میں رہتا ہے جس میں کسی بات کا اس طرح گہرائی میں جا کر علم نہیں ہوتا کیونکہ ابھی تک اچھے بُرے کی تمیز کرنے اور نیکی بدی میں فرق کرنے کے قابل نہیں ہوا ہوتا۔ پھر اس کے بعد جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ اس میں قدم رکھتے ہی نوجوانوں میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم آزاد ہیں اور جو مرضی چاہیں کریں یہاں یورپ میں بھی خاص طور پر ٹین ایجر (Teen Ager) جنہیں کہتے ہیں وہ اس عمر کو پہنچتے ہی اپنے آپ کو ہر چیز سے بالا مخلوق سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی انہیں بیہودگیوں کی وجہ سے آج کل اخباروں میں بھی آ رہا ہے، ان کے متعلق قانون بنانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ یعنی پہلے تو اس معاشرے نے خود ہی ان کو چھٹی دی، معاشرے نے ان کو آپے سے باہر کر دیا اور نفس امارہ کو کھلی چھٹی مل گئی یعنی وہ

بقیہ صفحہ 6 پر

اس شمارہ میں

- جو بھی کہنا تھا سجدوں میں اس سے کہا (منظوم)
- لوہے کے قلم
- تائیدات خلافت
- مکرم میاں احمد دین صاحب (ہومیو ڈاکٹر) کوئٹہ

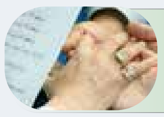

دربارِ خلافت

تم دوسروں کے سر کچل کر خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتے، قربِ الٰہی اُس کے فضل سے ملتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت میاں عبد الرحیم صاحب ولد میاں محمد عمر صاحب جو قادیان کے رہنے والے تھے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ میں حضور گورداسپور تشریف لے گئے اور بوجہ روزانہ پیشیوں کے حضور نے وہاں قیام فرمالیا۔ میری عادت تھی کہ مَیں پہلے کھانا نہیں کھایا کرتا تھا بلکہ حضور جب کھانا کھا لیتے تو پھر کھایا کرتا تھا۔ سارے کا سارا کھانا پکوا کر بھجوا دیا کرتا تھا۔ یہ کھانا پکواتے تھے مہمانوں کا بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی، لیکن اپنے لئے نہیں نکالتے تھے، سارا بھجوا دیتے تھے۔ ایک دن مَیں نے حافظ حامد علی صاحب مرحوم کو تاکید کی کہ میرا کھانا یہاں لے آنا مگر اُس دن خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کئی دوست تھے، وہ سب کھانا کھا گئے اور میرے واسطے کچھ بھی نہیں بچا۔ مَیں حافظ صاحب سے غصے ہو گیا اور یونہی سو گیا۔ صبح حضور نے آواز دی کہ کیا کھانا تیار ہے۔ حافظ حامد علی صاحب نے حضور سے عرض کیا کہ ابھی تو کھانا پکانے والا ہی نہیں اُٹھا اور ہم سے غصہ ہیں۔ پھر حضور نے کھڑکی کی طرف سے آواز دی۔ کھڑکی چوبارے کی تھی اور باورچی خانے کے سامنے تھی مگر مَیں نے پھر بھی آواز نہ دی۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آواز دے رہے ہیں انہوں نے پھر بھی جواب نہیں دیا)۔ اس پر حضور نے پھر آواز دی مَیں نے پھر بھی جواب نہیں دیا۔ پھر حضور خود تشریف نیچے لے آئے اور فرمایا کہ ''کا کا'' آج کیا ہو گیا ہے، کھانا کس طرح تیار کرو گے؟ اس پر حافظ حامد علی صاحب نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور! یہ رات سے ناراض ہے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ حضور کے کھانے کے بعد میرا کھانا لانا، مگر چونکہ کھانا بچا نہیں تھا اس لئے اس کو نہ دے سکا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اس کو پہلے دے دیا کرو۔ اُس نے عرض کیا (حافظ حامد علی نے) کہ یہ پہلے نہیں لیتا۔ پھر حضور نے حافظ صاحب کو کہا کہ اس کے لئے ایک سیر دودھ روزانہ لایا کرو۔ اُس بات کو سن کے مَیں مچلا بنا ہوا سو رہا تھا۔ مَیں فوراً اُٹھا اور عرض کی کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر کھانا تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ مَیں نے جلدی جلدی آگ جلا کر آدھا گھنٹہ گزرنے سے پہلے کھانا تیار کر دیا۔ جب حضور کے پاس کھانا گیا تو مَیں بھی اوپر چوبارے پر چلا گیا۔ حضور نے پوچھا تم نے کیا طلسمات کیا ہے؟ کیا جادو کیا ہے؟ مَیں نے عرض کیا پھر بتاؤں گا۔ دوسرے دن صبح جب مہندی لگانے کے لئے گیا تو فرمایا کل کیا جادو کیا تھا کہ کھانا اتنی جلدی تیار ہو گیا۔ چونکہ حضور اکیلے تھے مَیں نے حضور سے عرض کیا کہ دراصل خالی گوشت پک رہا تھا، گوشت رکھ کے تو ہلکی آنچ میں نے رکھ دی تھی، اور تیز آگ بند کی ہوئی تھی۔ اُس وقت جب آپ نے کہا تو مَیں نے جلدی سے سبزی ڈالی اور کھانا تیار ہو گیا۔ حضرت صاحب اس سے بڑے ہنسے اور خوش ہوئے۔

(ماخوذ از روایات حضرت میاں عبد الرحیم صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 8 صفحہ 228 تا 230)

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب ولد شیخ عمر بخش صاحب گوجرانوالہ کے ہیں۔ یہ کہتے ہیں 1900ء یا 1901ء کا واقعہ ہے کہ سالانہ جلسے کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے، نماز ظہر کا وقت تھا اور نمازیں جمع تھے۔ حضور نماز ادا کرنے کے بعد تقریر فرما رہے تھے۔ ایک شخص اُس وقت باہر سے آیا اور دوستوں کے سر سے پھاندتا ہوا حضور کے قرب میں چلا گیا۔ (اوپر سے پھلانگتا ہوا آیا، آگے چلا گیا) اُس کی اس جدوجہد میں ایک دوست کی پگڑی اُتر گئی، ٹھوکر لگی جو بیچ میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے کسی کی پگڑی اُتر گئی اُس سے، اور اُس نے حضور کو شکایتی رقعہ لکھ دیا۔ حضور اُس کو پڑھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کی کھڑکی کے پاس پہنچ کر حضرت مولانا نور الدین صاحب کو بلایا اور کھڑکی کے پاس چند باتیں کر کے اندر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب واپس آ کر کھڑے ہو گئے اور تقریر شروع کی۔ تقریر تو دس پندرہ منٹ کی کی، مگر شروع کے مطلب کے الفاظ مجھے آج بھی من وعن یاد ہیں۔ حضور نے فرمایا (حضرت خلیفہ اول نے) کہ دیکھو آج مَیں تمہیں ایک خوفناک بات سناتا ہوں۔ خود نہیں، بلکہ مامور کیا گیا ہوں (خود نہیں بتا رہا میں، بلکہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے) کہ یہ بات بتادو۔ تمہیں بتاؤں کہ آج ہمارا امام دعا کر رہا ہے کہ خشک ڈالی مجھ سے کاٹی جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو کہا کہ آج مَیں یہ دعا کر رہا ہوں کہ جو خشک ڈالیاں ہیں وہ مجھ سے کاٹی جائیں۔ جو اپنے ایمان میں مضبوط نہیں ہونا چاہتے وہ مجھ سے کٹ جائیں۔ پھر حضرت خلیفہ اوّل نے کہا یہ بھی آگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم دوسروں کے سر کچل کر خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ قربِ الٰہی اُس کے فضل سے ملتا ہے۔

(ماخوذ از روایات حضرت میاں شیخ مشتاق حسین صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 11 صفحہ 329)

لوگوں کے سروں سے پھلانگتے ہوئے جاؤ، کسی کو تکلیف دو، کسی کو ٹھوکر مار کر قریب پہنچ کر میں بقیہ صفحہ 8 پر

جو بھی کہنا تھا سجدوں میں اس سے کہا

نا ترا ہے یہ جور و جفا مختلف
نا مرا ہے یہ صبر و رضا مختلف
چودہ سو سال پہلے ہوا تھا یہی
تو بتا کیا تجھے ہے لگا مختلف
ہم پہ جاری ہے مدت سے ظلم و ستم
کیسے کہدوں کہ ہے کربلا مختلف
کوئی حرص و ہوس کی کہانی نہیں
داستاں اپنی ہے باخدا مختلف
جو بھی کہنا تھا سجدوں میں اس سے کہا
مانگنے کی ہے میری ادا مختلف
خوف سارے جہاں کے ہوا ہو گئے
اس کو مانا تو دل یہ ہوا مختلف
اوروں کے جیسی زاہد لکھے کیوں غزل
اس لیے جب لکھا ہے لکھا مختلف

ط۔ا۔زاہد

آج کی دعا

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا کَذَّبُوۡنِ

(المؤمنون:27)

ترجمہ: اے میرے رب! میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا۔

یہ حضرت نوحؑ کی خدا کے حضور دشمن قوم کے خلاف دعائے مدد و نصرت ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

''اب مَیں بعض قرآنی دعائیں جن میں مخالفین کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی گئی ہے پیش کرتا ہوں۔ یہ دعائیں ہوسکتا ہے بعضوں کو یاد بھی ہوں لیکن بعض کو یاد نہیں ہوں گی۔ لیکن جب مَیں یہ دعائیں پڑھوں تو آپ لوگ میرے ساتھ پڑھتے جائیں یا آمین کہتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مخالفین کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور رحم فرمائے اور ہمیشہ اپنے پیار کی نظر ہم پر ڈالے، ثبات قدم عطا فرمائے۔ بعض جگہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جو احمدیوں کے لئے برداشت سے باہر ہوتے ہیں تو کبھی کسی احمدی کے لئے کوئی ایسا موقع نہ آئے کہ جہاں وہ ٹھوکر کھانے والا ہو۔ ہمیشہ ہم میں سے ہر ایک ان برکتوں کا وارث بنتا رہے جو اللہ تعالیٰ نے جماعت کے لئے مقدر کی ہیں۔ ایک دعا ہے قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا کَذَّبُوۡنِ (المؤمنون:27) اے میرے رب میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا۔''

(خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 2006ء، خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ:519)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

لوہے کی قلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دین کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون صلوٰۃ ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔ گویا دین اسلام کا بلند ترین مقام جہاد ہے۔ جہاد تلوار کا بھی ہے (جس کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے) اور دوسرا جہاد قلم کا بھی ہے۔ جو آخری زمانہ میں مسیح و مہدی کے دور کا جہاد ہے۔ جس کے تحت قلم کے ذریعہ جہاں دشمنوں اور مخالفین کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیے جانے تھے وہاں ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال کے لئے قلم کا استعمال ہونا بھی پیشگوئیوں میں درج ہے۔

دوسری طرف مہدی آخرالزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سلطان القلم کے لقب سے نوازا اور آپؑ کے قلم کو ذوالفقار علی نام دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 214)

ذوالفقار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام تھا جو بہت تیز چلتی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم کو ذوالفقار کہہ کر پکارا گیا ہے۔ جو معاندین اور مخالفین کے خلاف 30 سال سے زائد عرصہ تک چلتی رہی اور بیاسی سے زائد کتب تحریر فرمائیں۔ آپ کے علم اور قلم کو مخالف سے مخالف دشمن بھی مانتا رہا اور اب بھی اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایک دفعہ 18 دسمبر 1902ء کو بوقت نماز ظہر بعض احباب نے سورہ الحدید کی آیت 26

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے استفسار کیا کہ معلوم ہوتا کہ لوہے سے سامان جنگ تیار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کام آتا تھا۔ جس کی طرف بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ میں اشارہ ہے مگر مَنَافِعُ لِلنَّاسِ کا وقت مسیح اور مہدی کا زمانہ ہے کہ اس وقت دنیا حدید (لوہے) سے فائدہ اٹھا رہی ہے (جیسے کہ ریل، تار، دخانی جہاز، اور ہر قسم کے سامان لوہے سے ظاہر ہے)

اس پر آپؑ نے فرمایا:

میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم ہی سے لکھتا ہوں۔ مجھے بار بار قلم بنانے کی عادت نہیں ہے۔ اس لئے لوہے کی قلم استعمال کرتا ہوں۔ آنحضرت نے لوہے سے کام لیا۔ ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 447 تا 448)

مکرم ایڈیٹر صاحب البدر نے اس کے ساتھ بریکٹ میں تحریر کیا ہے کہ

حضرت اقدس جس قلم سے لکھا کرتے ہیں وہ ایک خاص قسم کا ہوتا ہے جس کی نوک آگے سے داہنی طرف کو مڑی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی شکل تلوار سی ہوتی ہے۔

(البدر 26 دسمبر 1902ء۔ جلد 1 نمبر 9)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں، اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔ اس میں یہی سر ہے کہ یہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں ہے بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 214)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں جماعت کے دو اخبار تھے، یعنی الحکم اور البدر۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دو بازو قرار دیا۔ ایک موقع پر ان دونوں اخبارات کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ بھی وقت پر کیا کام آتے ہیں۔ الہامات وغیرہ جھٹ چھپ کر ان کے ذریعے شائع ہو جاتے ہیں ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھپتے بھی کتنی دیر لگ جاتی ہے اور اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 450)

آج خلیفۃ المسیح کے خطبات (جو ایک احمدی کی روح کی جان ہیں) اور ورچوئل ملاقاتوں کے حال احوال اور تفصیل دنیا بھر کے احمدی احباب و خواتین تک بر وقت پہنچانے کے لئے جماعت میں بے شمار اخبار و رسائل موجود ہیں جن میں سے ایک روزنامہ الفضل آن لائن لندن بھی ہے جو خلیفۃ المسیح کی آواز کو بر وقت احباب جماعت تک پہنچانے میں کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ جو بعض جبری بندشوں اور مجبوریوں کے سوا ایک صدی سے زائد عرصہ سے روزانہ کی بنیاد پر منصۂ شہود پر آتا رہا ہے۔ ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 13 دسمبر 2019ء کو لندن سے آن لائن جاری فرما کر تاریخ الفضل میں ایک نئی تاریخ رقم فرمائی۔ حضور انور اس اخبار کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اس وقت میں ایک تو یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ روزنامہ الفضل کی ویب سائٹ انہوں نے شروع کی ہے اور اس کے بارے میں اعلان کروں گا... الفضل کے 106 سال پورے ہونے پر لندن سے الفضل آن لائن ایڈیشن کا آغاز ہو رہا ہے اور یہ اخبار روزنامہ الفضل آج سے 106 سال پہلے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت اور دعاؤں کے ساتھ 18 جون 1913ء کو شروع فرمایا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ لاہور سے شائع ہوتا رہا۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں یہ ربوہ سے نکلنا شروع ہوا۔ اس قدیم اردو روزنامہ اخبار کا لندن سے الفضل آن لائن ایڈیشن کا مورخہ 13 دسمبر 2019ء سے آغاز ہو رہا ہے۔ آج ان شاء اللہ تعالیٰ آغاز ہو جائے گا جو بذریعہ انٹرنیٹ دنیا بھر میں ہر جگہ بڑی آسانی کے ساتھ دستیاب ہو گا۔ اس کی ویب سائٹ alfazlonline.org تیار ہو چکی ہے اور پہلا شمارہ بھی اس پر دستیاب ہے۔ یہاں ہماری آئی ٹی کی جو مرکزی ٹیم ہے انہوں نے اس کے لیے بڑا کام کیا ہے۔

اس میں الفضل کی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے بہت کچھ موجود ہے جو ارشاد باری تعالیٰ کے عنوان کے تحت قرآن کریم کی آیات بھی آیا کریں گی اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت احادیث نبویؐ بھی ہوں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے اقتباسات بھی ہوں گے۔ اسی طرح بعض احمدی مضمون نگاروں کے مضمون اور دوسرے جو اہم مضامین ہیں وہ بھی ہوں گے۔ نظمیں بھی احمدی شعراء کی ہوں گی۔ یہ اخبار ویب سائٹ کے علاوہ ٹوئٹر پر بھی موجود ہے اور اینڈرائڈ (Android) کا ایپ (app) بھی بن گیا ہے۔ یہ کیونکہ اب روزانہ شروع ہو گیا ہے تو سوشل میڈیا کے ان ذرائع سے بھی اردو پڑھنے والے احباب کو استفادہ کرنا چاہیے اور اسی طرح مضمون نگار اور شعراء حضرات بھی اس کے لیے اپنی قلمی معاونت کریں تا کہ اچھے اور تحقیقی مضامین بھی اس میں شائع ہوں۔ اس ویب سائٹ میں روزانہ کے شمارہ کی پی ڈی ایف کی شکل میں امیج فائل بھی موجود ہو گی جس کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ ڈاؤن لوڈ بھی کیا جا سکے گا جو پرنٹ کی شکل میں پڑھنا چاہیں وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بہرحال اس کا آج ان شاء اللہ آغاز ہو جائے گا۔ اسی طرح پیر کے روز اس میں خطبہ جمعہ کا مکمل متن جو ہے وہ شائع کیا جائے گا اور تازہ خطبے کا خلاصہ بھی بیان ہو جائے گا۔ تو ان شاء اللہ جمعے کے بعد اس کا افتتاح ہو جائے گا۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 13 دسمبر 2019ء)

پس اس ارشاد میں مضمون نگاروں، ادیبوں اور شعراء کو دعوت عام ہے کہ وہ اس مبارک اخبار کے لئے قلم آزمائی کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتدا میں لوہے کے قلم استعمال کرتے ہوئے مضمون لکھیں، نظمیں تحریر میں لائیں اور اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ میں جو پیشگوئی درج ہے اس کے مصداق بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو لوہے کی قلم کو چلتے پھرتے بھی استعمال فرماتے تھے اور بیٹھ کر بھی۔ آپ خدا کے کام کے لئے جاگنے کو جہاد قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے ـــــ یہ بھی ایک جہاد ہی تھا (رات کو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا کے کام میں گزرے)

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 72 تا 73)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قلم کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے سورہ القلم کے تعارف میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ سورت لفظ ن سے شروع ہوتی ہے جس کا ایک معنی دوات کا ہے اور قلم سے لکھنے والے تمام اس کے محتاج رہتے ہیں۔ اور انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے۔ اگر انسانی ترقی میں سے تحریر کو نکال دیا جائے تو انسان جہالتوں کی طرف لوٹ جائے اور پھر کبھی اسے کوئی علمی ترقی نصیب نہیں ہوسکتی۔

قارئین الفضل، مضمون نگاروں اور شعراء سے درخواست ہے کہ اپنی طبع آزمائی مائکروسافٹ ورڈ میں کمپوز کر کے اس ایڈریس پر بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

Email: info@alfazlonline.org

(ابو سعید)

م۔ا۔ شہزاد

تائیدات خلافت

خلافت انعامات خداوندی میں سے ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ خدا تعالیٰ جس وجود کو خلعتِ خلافت پہناتا ہے وہی وجود حقیقی معنوں میں خدا تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوتا ہے۔ اور ایک کے بعد دوسرے آنے والے مقدس وجود کی مسلسل تائید و نصرت الٰہی ظاہر کرتی ہے کہ ان مقدس وجودوں کو خدا تعالیٰ نے ہی منصب خلافت پر فائز فرمایا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ مومن آیت 52 میں ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمانداروں کو دنیا و آخرت میں مدد دیا کرتے ہیں۔ اسی الٰہی قانون کے مطابق خدا تعالیٰ نے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جس وجود کو قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کے طور پر منصب خلافت پر فائز فرمایا اس مبارک وجود کی بھی خدا تعالیٰ نے ہر آن تائید و نصرت فرمائی۔ اس بابرکت وجود تاجدار خلافت کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت الٰہی کے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

”بادلو! ایک طرف ہٹ جاؤ“

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ہماری زندگی میں بہت سے ایسے واقعات گزرے ہیں کہ منہ سے لفظ نہیں نکلا صرف اشارہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس وقت اس بندے کی دعا اسی طرح قبول کرلو۔ 1954ء کی بات ہے ۔ جب میں کالج بنوا رہا تھا تو ہمارا ایک بہت بڑا لینٹل پڑ رہا تھا اور سوڈیڑھ سو سیمنٹ کی بوری ریت اور بجری میں ملی ہوئی ساتھ کی چھت پر پڑی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شمال کی طرف سے کالا بادل اُٹھا ہے۔ اگر وہ برس جائے تو سوڈیڑھ سو بوری جماعت احمدیہ کا نقصان ہوتا ہے اس وقت میرے دل میں تحریک ہوئی (ایسی تحریک بھی دراصل خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے) کہ اگر بادل برسے تو میرا ذاتی نقصان تو نہ ہوگا اگر ہوگا تو خدا تعالیٰ کی جماعت کا ہوگا اس لئے اس وقت بادلوں کو کہنا چاہئے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نے سر اُٹھایا اس وقت بہت سے آدمی موجود تھے اس لئے میں نے منہ سے کوئی بات نہیں نکالی صرف سر سے ہلکا سا اشارہ کیا ”بادلو! ایک طرف ہٹ جاؤ“۔ ساتھ ہی اپنا کام بھی کرتے رہے۔ ہم سے نصف میل کے فاصلہ پر بڑی تیز بارش ہوئی اور سارا دن بادل منڈلاتے رہے لیکن ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔

(خطبات ناصر جلد 1 ص 489)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بات انہونی نہیں

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ہمارے ایک یا دو احمدی تھے وہ غلط طور پر قتل کے کیس میں ملوث ہو گئے میں نے تسلی کر لی تھی کہ وہ قاتل نہیں، لیکن ہمارے دنیا میں گواہوں پر فیصلے ہوتے ہیں ان کا نام مخالفوں نے رکھ دیا اور سیشن جج نے انہیں پھانسی کی سزا بھی دے دی، پھر ہائی کورٹ میں پھانسی کی سزا، پھر سپریم کورٹ میں پھانسی کی سزا قائم رہی۔ ان کے رشتہ داروں نے اس موقع پر کہ سپریم کورٹ نے بھی پھانسی کی سزا کو قائم رکھا تھا اور انہوں نے رحم کی اپیل کی تھی۔ مجھے خط لکھا اور اس میں لکھا کہ اس مقدمہ کا یہ پس منظر ہے اور بڑا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ ان حالات میں رحم کی اپیل منظور ہو جائے، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ دعا کریں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قبول ہو جائے، انہوں نے اس کے اس طرح خطرناک حالات لکھے کہ قریب تھا کہ میری قلم یہ فقرہ لکھ جائے کہ اللہ کی جو رضا ہو اس پر راضی رہنا۔ یکدم پیچھے سے ایک غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ کیا میں ایک احمدی کو یہ سبق دوں کہ اس قسم کے مایوسی اور ناامیدی کے حالات میں ہمارے ربّ کے پاس طاقت اور قدرت باقی نہیں رہتی اور میرے قلم سے جو فقرہ نکلنے لگا تھا اس کی بجائے میں نے یوں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بات انہونی نہیں ہے اس واسطے مایوس نہیں ہونا چاہئے، چند روز کے بعد ان کی اپیل منظور کر لی گئی اور وہ بری کر دیئے گئے۔ اس کا اس دوست پر اتنا اثر تھا کہ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو آپ کا وہ خط دکھاتا رہتا ہوں کہ یہ دیکھو اس طرح دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کو قادر جاننا چاہئے کُن آخر سانس تک، مثلاً اس میں طاقت ہے کہ سارے ڈاکٹر کہہ دیں کہ یہ مریض مرجائے گا اور اُس کا حکم آ جائے تو وہ شخص زندہ رہے گا۔ میں نے اپنی خلافت کے چھوٹے سے زمانہ میں کئی ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے تھی کہ فلاں مریض مرجائے گا مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور وہ بچ گیا۔

(خطبات ناصر جلد 1 ص 902-903 و جلد 3 ص 263-264)

حضرت صاحب جس ملک میں جانا چاہیں بغیر ویزے کے جاسکتے ہیں

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ایک واقعہ ہے۔ میں دوستوں کو بتا دیتا ہوں کیونکہ اس سے خدا کا پیار ظاہر ہوتا ہے۔ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے جذبات موجزن ہیں۔ کسی نے مجھے کہا کہ انگلستان کا ویزہ لینے کے لئے فلاں شخص سے کہا جائے کیونکہ لاہور کے برٹش قونصلیٹ (British Consolate) میں ان کی کسی سے دوستی ہے وہ جلدی ویزہ لے دے گا کیونکہ ہماری تیاری میں دیر ہو گئی تھی ملکی حالات کی وجہ سے پروگرام پیچھے ڈالتے رہے تھے۔ اب چند دن بعد ہم نے روانہ ہونا تھا۔ چنانچہ میں نے ان کو فون کیا کہ میں اس سلسلہ میں تمہارے پاس آدمی بھجوا رہا ہوں تم کوشش کر کے انگلستان کا ویزا حاصل کرو۔ میرا پیغام ان کی بیگم نے سنا تھا۔ میں نے آدمی بھجوا دیا لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ پیر کی شام کو ان کا فون آ گیا کہ حضرت صاحب کو کسی نے غلط بتایا ہے برٹش کونسلیٹ میں میرے کسی سے ایسے تعلقات نہیں ہیں کہ میں ایک دن میں ویزہ لے سکوں کیونکہ یہ لوگ تو جب ویزے کی درخواست جائے تو دو ہفتے سے لے کر آٹھ ہفتے تک وقت دیتے ہیں کہ آ کر پہلا انٹرویو دو کہ تمہیں ویزا کیوں دیا جائے۔ لہٰذا ایک دن میں تو ویزا ملنا مشکل ہے۔ وہ خود بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔ مجھے خود بھی بڑی تشویش تھی اور پریشانی بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے ویزا ملنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ چنانچہ منگل کی صبح نماز کے بعد میں لیٹا ہوا تھا اور اپنے رنگ میں دعائیں کر رہا تھا تو اس دعا کے اندر ایک فقرہ خود میرے دل میں اُبھرا اور اُس نے ایک مجسم شکل اختیار کی۔ اس کے پورے الفاظ مجھے یاد نہیں رہے کیونکہ اس وقت میں نے لکھے نہیں تھے۔ کچھ اس قسم کا فقرہ تھا۔ ”مجھ سے امید نہیں ہے؟“ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیار کا اظہار بھی تھا اور کچھ تھوڑی سے ڈانٹ بھی تھی۔ اس سے ایک طرف تو مجھے بڑی تشویش ہوئی کہ میں نے غلطی کی ہے۔ خدا تعالیٰ پر امید رکھنی چاہیئے تھی۔ دعا کے الفاظ میں غلطی ہوگئی ہے۔ دوسری طرف مجھے اللہ تعالیٰ کے اس پیار پر اتنا لطف آیا کہ میں بتا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں سے اتنا پیار کرتا ہے کہ انسان کما حقہ شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ساری مخلوق سے جو رشتہ قطع ہونا چاہیئے وہ پوری طرح قطع ہونا چاہیئے۔ اگر خدا تعالیٰ کی راہ میں کام ہے تو اس قسم کی روکیں لایعنی اور بے معنی ہیں۔ چنانچہ جب میں نو بجے کے قریب اپنے دفتر میں گیا تو پرائیویٹ سیکرٹری (چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ) آئے اور میں نے اُن سے کہا صبح اشارہ ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی میرے منہ سے یہ فقرہ نکلا ہی تھا کہ دفتر کے ایک اور صاحب دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ فلاں صاحب کا فون آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں برٹش کونسلیٹ سے ملا ہوں وہ کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ ہم ابھی ویزا دے دیتے ہیں۔ وہ ویزا جس کے لئے اُن کے خیال میں دو ہفتے سے آٹھ ہفتے تک صرف انٹرویو پر وقت لگتا ہے ایک دن میں مل گیا۔ بلکہ انہوں نے تو یہ بھی کہا کہ حضرت صاحب کے لئے ویزے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو جس ملک میں جانا چاہیں بغیر ویزے کے جاسکتے ہیں۔ خیر یہ تو الٰہی تصرف تھا جو اس کے دل پر ہوا۔ ہمارے دوست نے کہا جو آپ کا ملکی قانون ہے وہ تو پورا کرو اور ویزا جاری کر دو چنانچہ دوسرے دن ویزا مل گیا۔ اب یہ ایک چھوٹی سے بات تھی جس کے لئے صحیح راستہ بھی بتا دیا گیا۔ مجھے اس الٰہی پیار پر بہت لطف آیا۔ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے جذبات موجزن ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ میرے جیسے عاجز انسان سے یہ پیار کرتا ہے کہ وہ کام جس کے لئے ہفتوں درکار تھے منٹوں میں ہو گیا۔

(خطبات ناصر جلد 5 ص 200-201)

یہ لڑکا ایف اے بھی نہیں پاس کر سکے گا

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے خدا تعالیٰ اس جماعت کے جو چھوٹے

چھوٹے شعبے ہیں ان کے لئے بڑی غیرت دکھاتا ہے۔ ابھی میرے (دوبارہ سفر یورپ پر) جانے سے پہلے اُس خاندان کا ایک آدمی آیا جس کے بارہ میں مَیں بتایا کرتا ہوں کہ اُن کا بڑا ہوشیار لڑکا تھا Top کے نمبر لئے میٹرک میں۔ ہمارا کالج لاہور میں تھا۔ اس کے والد کو مَیں ذاتی طور پر جانتا تھا وہ لڑکا ہمارے کالج میں داخل ہو گیا مَیں نے بڑے پیار سے اُسے داخل کیا۔ وہ میرے دوست کا بچہ تھا جو سیالکوٹ کے ایک گاؤں کے رہنے والے اور زمیندار تھے۔ اس کے چند رشتہ دار غیر مبائع تھے انہوں نے لڑکے کے باپ کا دماغ خراب کیا۔ اس سے کہنے لگے اتنا ہوشیار بچہ سپیریئر سروسز Superior Services کے Competition میں یہ پاس ہونے والا۔ کہیں D.C لگے گا تم نے یہ کیا ظلم کیا اپنے بچے کو جا کر احمدیوں کے کالج میں داخل کروا دیا۔ جس وقت یہ انٹرویو میں جائے گا لوگوں کو یہ پتا لگے گا یہ ٹی آئی کالج میں رہا ہے اس کو لیں گے نہیں اور یہ دنیوی طور پر ترقی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ وہ میرے پاس آ گیا مَیں خالی پرنسپل نہیں تھا اس کا دوست بھی تھا۔ میرے دل میں اس کے بچے کے لئے بڑا پیار تھا مَیں نے اس کو پندرہ بیس منٹ تک سمجھایا کہ اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔ خدا تعالیٰ بڑی غیرت رکھتا ہے جماعت احمدیہ اور اس کے اداروں کے لئے تمہیں سزا مل جائے گی۔ خیر وہ سمجھ گیا اور چلا گیا۔ پھر انہوں نے بھڑکایا پھر میرے پاس آ گیا پھر مَیں نے سمجھایا پھر چلا گیا۔ پھر تیسری دفعہ جب آیا تو مَیں نے سمجھا اس کے باپ کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ مَیں نے کہا ٹھیک ہے مَیں دستخط کر دیتا ہوں مگر تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ لڑکا جس کے متعلق تم یہ خواب دیکھ رہے ہو کہ وہ سپیریئر سروسز کے امتحان میں پاس ہو کر ڈی سی بنے گا یہ ایف اے بھی نہیں پاس کر سکے گا۔ اس نے مائیگریشن فارم پُر کیا ہوا تھا اتنے اچھے نمبر تھے کہ ٹی آئی کالج سے گورنمنٹ کالج اسے بڑی خوشی سے لے لیتا۔ چنانچہ مَیں نے اس کے فارم پر دستخط کئے اور وہ اسے لے کر چلے گئے۔ پھر مجھے شرم کے مارے ملا بھی نہیں۔ کوئی چار پانچ سال کے بعد مجھے ایک خط آیا جو شروع یہاں سے ہوتا تھا کہ مَیں آپ کو اپنا تعارف کروا دوں۔ مَیں وہ لڑکا ہوں جس کے مائیگریشن فارم پر آپ نے دستخط کئے تو مجھے اور میرے باپ سے کہا تھا کہ مَیں ایف اے بھی نہیں پاس کر سکوں گا اور چار پانچ سال کا زمانہ ہو گیا ہے اور مَیں واقعی ایف اے پاس نہیں کر سکا۔ پھر وہ تجارت میں لگ گیا اب پھر مجھے یہاں ایک خط آیا جو اسی سفر میں ملا جو اس کے بیٹے کا تھا اور اس نے بھی تعارف یہ کہہ کر کروایا کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کو آپ نے یہ کہا تھا کہ تو ایف اے پاس نہیں کر سکے گا۔

پس خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ایک کالج اور اس کے ایک پرنسپل کے لئے اتنی غیرت دکھاتا ہے تو خلیفۂ وقت کے لئے کتنی غیرت دکھائے گا۔

آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں ہمارے ایک زمیندار پرانے احمدی ہیں مجھے دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ مَیں تو اپنے بچوں کو سمجھاتا ہوں کہ دیکھو! نبوت کے زمانہ میں مَیں نے دیکھا اگر کوئی غلطی ہو تو معاف ہو جاتی ہے لیکن جو خلافت کے خلاف کھڑا ہوتا ہے اسے میں نے ہمیشہ گرتے ہی دیکھا ہے پنپتے نہیں دیکھا۔

(خطباتِ ناصر جلد 7 ص 392-393)

’’میں کہتا ہوں یہ پیرا نہیں کٹے گا اور پورا خطبہ شائع ہوگا‘‘

مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مارشل لاء کے تحت 1979ء میں جنرل ضیاء الحق نے اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دی۔ ہر اخبار کو کچھ بھی شائع کرنے کے لئے اسے پہلے سنسر کروانا پڑتا تھا..... روزنامہ جو کاپی کتابت کے بعد تیار ہوتی تھی اسے ایک آدمی لے کر لاہور جاتا۔ کتابت شدہ اخبار میں سے جو حصہ سنسر والے حذف کر دیتے وہاں نقطے ڈال دیئے جاتے اور سنسر شدہ کاپی اگلے روز شائع ہوتی..... سنسر کا انتہائی تکلیف دہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا سب سے زیادہ مشکل حضور رحمہ اللہ کے خطبات شائع کرنے میں پیش آتی۔ سنسر والے کوئی نہ کوئی فقرہ یا چند فقرات خطبہ میں سے حذف کر دیتے۔ یہ بات ہم سب کی طبیعت پر بہت شاق گزرتی اور حضور رحمہ اللہ کے لئے بھی یہ بات بہت ناگواری کا موجب ہوتی اس لئے کہ بعض جگہ عبادت کا ربط ہی قائم نہ رہتا۔

عین اس زمانہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت جلالی خطبہ دیا۔ خطبہ مرتب ہونے اور حضورؒ کی نظر ثانی کا عمل مکمل ہونے کے بعد جب خطبہ کا متن اشاعت کے لئے دفتر الفضل میں موصول ہوا تو میں نے حسب معمول اسے بہت غور سے پڑھا کیونکہ حضورؒ جب خطبہ الفضل میں اشاعت کے لئے بھجواتے تھے تو حضورؒ کا یہ معمول تھا کہ اس پر ’’الفضل برائے اشاعت‘‘ لکھنے کی بجائے ہمیشہ ’’مکرم مسعود احمد دہلوی‘‘ کے الفاظ تحریر فرمایا کرتے تھے اور مجھے بلا کر یہ مستقل حکم دیا ہوا تھا کہ میں خطبہ کی سلپ پر آپ کا نام اس لئے لکھتا ہوں کہ آپ خود اسے ایڈٹ کریں اور ایڈٹ کرنے کے دوران اگر کوئی لفظ یا بات کھٹکے تو میرے نوٹس میں لائے بغیر اسے تبدیل نہ کریں۔ جب اس جلالی خطبہ کو میں نے پڑھنا شروع کیا تو میں نے محسوس کیا کہ ایک بہت طویل پیرا ایسا ہے جو سنسر کی زد میں آ سکتا ہے اور اگر وہ طویل پیرا خدانخواستہ حذف ہو گیا تو مضمون بالکل بے ربط ہو جائے گا۔ اور جو بات حضورؒ جماعت تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ نہ پہنچ سکے گی۔ اور خطبہ کی اشاعت بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ میرے لئے ضروری ہو گیا کہ میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہی حضورؒ کے نوٹس میں یہ بات لے آؤں کہ اتنا لمبا حصہ سنسر کی زد میں آ جائے گا ایسی صورت میں اگر سرِ دست خطبہ کی اشاعت روک لی جائے اور اسے بعد میں شائع کیا جائے تو بہتر ہو گا۔ جب میں نے حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا تو حضورؒ نے ارشاد فرمایا وہ پیرا مجھے دکھائیں میں نے وہ پیرا نکال کر حضور رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیا۔ حضورؒ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت اپنی کنپٹیوں پر رکھ کر اور کہنیاں میز پر ٹکا کر اسے پڑھا اور پھر یوں محسوس ہوا کہ حضور رحمہ اللہ اسی حالت میں دعا کرتے ہوئے حالت استغراق میں چلے گئے ہیں۔ کئی منٹ انتظار کے بعد حضورؒ رحمہ اللہ اس حالت استغراق سے باہر آئے۔ چہرہ اوپر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ چہرہ پر عجب جلال کی کیفیت طاری ہے۔ اسی جلال کی کیفیت میں حضور رحمہ اللہ نے بڑے پُر رعب انداز میں فرمایا:

’’میں کہتا ہوں یہ پیرا نہیں کٹے گا اور پورا خطبہ شائع ہوگا‘‘

یہ پُر رعب و پُر جلال ارشاد فرمانے کے بعد مزید فرمایا:

’’لیکن خطبہ کوئی اور نہیں آپ لے کر لاہور جائیں گے‘‘

حضورؒ کے چہرہ پر جو جلال کی کیفیت طاری تھی اس پر دوسری نظر ڈالنے کی مجھ میں تاب نہیں تھی۔ میں نے سرِتسلیم خم کر کے سلام عرض کیا اور خطبہ کا مسودہ سمیٹ کر فوراً ہی واپس چلا آیا۔ اور پھر خطبہ لے کر لاہور روانہ ہو گیا۔

جب میں نے سنسر کے آفس میں پہنچ کر سنسر کرنے والے ایک چھوٹے افسر کی میز پر خطبہ رکھا اور اس نے اسے پڑھنا شروع کیا تو جب وہ اس پیرے پر پہنچا اس پر نظر دوڑا کر اس نے فوراً ہی سرخ پنسل پکڑی اور لگا اس کے گرد سرخ نشان ڈالنے اور کہنے لگا کہ یہ پیرا کسی صورت شائع نہیں ہو سکتا، یہ صریحاً سنسر کی زد میں آتا ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ اگر یہ پیرا اس میں سے نکال دیا جائے تو خطبہ بے معنی ہو کر رہ جائے گا لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا اور اصرار کرتا رہا کہ یہ پیرا شائع نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ حضورؒ رحمہ اللہ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ خطبہ آپ لے کر جائیں گے۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اگر نیچے کا افسر اسے کاٹنے پر اصرار کرے تو میں چیف سنسر سے مل کر درخواست کروں کہ وہ اسے یہ پیرا نہ کاٹنے دیں۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا میں چیف سنسر سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ وہ بھی اس پیرے کو کاٹ دیں گے۔ میں نے کہا کہ اگر وہ کاٹنا چاہیں گے تو میں انہیں روک نہیں سکتا لیکن ایک دفعہ میں اپنی بات تو ان تک پہنچا سکوں گا۔ وہ بولا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا اور چیف سنسر کے نوٹس میں یہ بات لاؤں گا کہ سنسر کے قواعد کی رو سے یہ پیرا شائع نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا ضرور جائیں میں آپ کو روک نہیں سکتا لیکن ایک دفعہ مجھے چیف سنسر صاحب سے ملنے دیں۔ چنانچہ وہ مجھے ان کے پاس لے گیا۔ انہوں نے ہم دونوں کی بات سنی اور کہا مجھے خطبہ کا وہ پیرا دکھائیں میں خود اسے پڑھ کر فیصلہ کروں گا۔ میں نے خطبہ کا وہ پیرا ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے دل ہی دل میں دو تین بار اس پیراگراف کو پڑھا اور پھر سر اٹھا کر اپنے ماتحت افسر سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ ارے بھائی! احمدی بھی اس ملک کے شہری ہیں انہیں بھی اپنی بات کہنے کا حق ہے۔ یہ پیراگراف نہ کاٹو اور سارا خطبہ شائع ہونے دو۔ چیف سنسر صاحب کی یہ بات سن کر میں ہی نہیں وہ افسر بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہا۔ خدا تعالیٰ نے حضورؒ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی بات پوری کر دکھائی۔ میں نے واپس ربوہ آ کر حضورؒ رحمہ اللہ کو ساری بات بتائی۔ حضور رحمہ اللہ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس طرح پورا خطبہ ایک لفظ کاٹے بغیر من وعن شائع ہوا۔ یہ ایک ایسا خدائی نشان تھا جسے میں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ خدا تعالیٰ نے جو بات اپنے خلیفۂ برحق کے منہ سے نکلوائی تھی اسے اس طرح حرف بحرف پورا کرنے کے سامان کئے کہ ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(خود نوشت، سفر حیات از مسعود احمد دہلوی صفحہ 355تا358)

میں کہتا ہوں سفر جاری رہے گا
واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں 1975ء میں پہلی دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ یورپ کے سفر پر گیا تھا اور حضورؒ رحمہ اللہ نے اس سفر کے دوران سویڈن کے شہر گوٹن برگ کے مضافات میں ایک پُرفضا پہاڑی پر پہلی مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا تھا جو مسجد ناصر کے نام سے موسوم ہوئی جس روز حضورؒ رحمہ اللہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی غرض سے لندن سے ہیرچ کی بندرگاہ روانہ ہوئے تا کہ وہاں سے بحری جہاز میں سوار ہو کر گوٹن برگ کے لئے روانہ ہوں تو راستہ میں قافلہ کی ایک موٹر جسے مکرم سعید جسوال صاحب چلا رہے تھے، کا ٹائر پنکچر ہو گیا۔ اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قافلہ کی کسی موٹر میں بھی ''پانا'' موجود نہ تھا کہ جس کی مدد سے موٹر کا پہیہ بدلا جا سکے۔ قافلہ راستہ میں ہی ٹھہر گیا۔ سعید جسوال صاحب سڑک پر سے گزرنے والی ہر موٹر کو روکنے کی کوشش کرتے اور موٹر والے سے پوچھتے کہ اس کے پاس ''پانا'' ہے؟ وہ انکار کرتا ہوا گزر جاتا۔ آدھ گھنٹہ کی تگ و دو کے بعد ایک موٹر والے کو ہم پر رحم آیا اور اس نے اپنی موٹر ایک طرف کھڑی کر کے موٹر میں سے ''پانا'' نکالا اور مکرم سعید جسوال صاحب کے ساتھ مل کر پنکچر شدہ پہیہ نکال کر اس کی بجائے پہلے سے تیار شدہ نیا پہیہ فٹ کیا۔ اس کام میں بھی پندرہ بیس منٹ صرف ہو گئے۔ ایک گھنٹہ کے قریب وقت اس طرح ضائع ہو گیا۔ امام مسجد فضل لندن مکرم بشیر احمد صاحب رفیق اس سفر میں حضورؒ رحمہ اللہ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے حضورؒ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک گھنٹہ راستہ میں ضائع ہو گیا ہے ہم وقت پر بندرگاہ نہیں پہنچ سکتے جس کمپنی کے جہاز پر ہم نے سیٹیں بک کروائی ہیں وہ وقت کی بہت پابند ہے اور اس کے جہاز عین وقت پر روانہ ہو جاتے ہیں اگر ہم سفر جاری رکھیں تو ہمارے بندرگاہ پہنچنے تک جہاز روانہ ہو چکا ہو گا کیوں نہ اس سفر کو کل پر ملتوی کر دیا جائے۔ اس وقت حضورؒ رحمہ اللہ کے چہرے پر جلال وجمال کی عجیب کیفیت طاری تھی اور شکل سے صاف عیاں تھا کہ حضورؒ رحمہ اللہ اس وقت مسلسل دعا میں مصروف ہونے کے باعث ایک اور ہی عالم میں ہیں۔ حضورؒ رحمہ اللہ نے اپنے پُر جلال چہرہ کو ذرا اوپر اٹھا کے مکرم رفیق صاحب کی طرف عجب انداز سے دیکھا اور بڑے یقین کے ساتھ اور کامل توکل کے رنگ میں فرمایا:

نہیں! میں کہتا ہوں سفر جاری رہے گا۔

واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضورؒ رحمہ اللہ کے اس پُرجلال وپُرجمال ارشاد کے بعد قافلہ بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جونہی موٹریں بندرگاہ کے سامنے جا کر رکیں مکرم بشیر احمد رفیق صاحب بھاگ کر جہاز راں کمپنی کے دفتر میں داخل ہوئے اور ان سے جہاز کی روانگی کے بارہ میں پوچھا۔ دفتر والوں نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جہاز میں عین روانگی کے وقت کوئی خرابی واقع ہو گئی ہے اسے دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس لئے جہاز ایک گھنٹہ لیٹ روانہ ہو گا آپ لوگ سہولت سے جہاز میں سوار ہو سکتے ہیں۔ یہ جواب سن کر ہم سب خدا تعالیٰ کی قدرت پر حیران ہوئے بغیر نہ رہے اور میری زبان پر یکدم یہ مصرعہ جاری ہوا۔

گفتۂ اوگفتۂ اللہ بود

پُرجلال حالت میں حضورؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا اسے خدائے قادر وتوانا نے پورا کر دکھایا۔ جب ہم گوٹن برگ پہنچے تو وہاں مطلع سخت ابر آلود تھا اور جماعت نے بارش کے خطرہ کے پیش نظر اس جگہ جہاں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جانا تھا ایک مارکی لگائی ہوئی تھی۔ رات کو ہم نے سکنڈینیویا ہوٹل میں قیام کیا۔ رات کو وہ موسلا دھار بارش ہوئی کہ الامان والحفیظ لیکن خدا کے فضل سے نصف شب کے بعد بارش برسنا بند ہو گئی۔ قطرہ ایک نہ برسا۔ ابر بدستور چھایا رہا۔ اگلے روز جب مسجد کا سنگ بنیاد رکھے مقررہ جگہ پر پہنچے تو سویڈش آرکیٹیکٹ نے حضورؒ رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ عجب اتفاق ہے کہ نصف شب کے بعد بارش کا برسنا بند ہو گیا اور ہم اس قابل ہو گئے کہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد کر سکیں۔ اس پر حضورؒ نے اس آرکیٹیکٹ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

Today is my day

سب نے حیرت سے حضورؒ رحمہ اللہ کی طرف دیکھا کہ حضورؒ رحمہ اللہ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ حضورؒ رحمہ اللہ نے ان کی حیرت دور کرنے کے لئے انگریزی میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رات جب بارش ہو رہی تھی تو میں نے اپنے قادر وکریم خدا کے حضورؒ یہ دعا کی کہ اے خدا! جس مصلحت اور غرض کے پیش نظر تو بارش برسا رہا ہے میری کیا مجال کہ میں اس میں حارج ہونے کا خیال بھی دل میں لاؤں تُو اس مصلحت اور غرض کو ضرور پورا فرما لیکن تیرے حضورؒ میری گزارش یہ ہے کہ اگر تو اس بارش میں اتنا وقفہ ڈال دے کہ ہم تیرے نام پر تیری واحدانیت کا اعلان کرنے کی غرض سے آج جس مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے یہاں آئے ہیں ہم وہ سنگ بنیاد رکھ دیں اور سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب بخیر وخوبی تیرے حضورؒ دعاؤں کے ساتھ انجام پذیر ہو جائے۔ خدائے قادر وکریم نے میری دعا کو شرف قبول بخشا اور بارش اس کے حکم سے تھم گئی اور ابھی تک تھمی ہوئی ہے اس لئے میں نے کہا ہے کہ

Today is my day

ہر دن خدا ہی کا دن ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی وہ اپنے بندوں کی دعا سن کر کسی دن کو ان کے لئے خاص کر دیتا ہے۔

وہاں جمع ہونے والے سویڈش باشندے حیران ہو کر اور احمدی احباب حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر حضورؒ رحمہ اللہ کے ان ارشادات سے فیضیاب ہوئے۔ جب سنگ بنیاد کی تقریب بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچ گئی اور بنیاد کے پتھر اچھی طرح اپنی جگہ جم گئے اور انہوں نے جڑ پکڑ لی تو اگلی رات پھر بارش شروع ہو گئی اور رات بھر برستی رہی۔ خدا کے پاک بندے کی صحبت میں (جسے خدا نے خلافت کے بہت ارفع مقام پر فائز فرمایا تھا) رہنے والوں نے اس دن ایمانوں کو تازگی اور روحوں کو جلا بخشنے والا نشان دیکھا۔ اس نشان سے دل اس یقین سے پُر ہو گئے کہ وہ دن ضرور آئے گا جب یورپ کی سرزمین بھی تثلیث اور دہریت سے پاک ہو کر توحید باری تعالیٰ کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ اور پھر سدا اس نور سے جگمگاتی رہے گی۔ ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ

(خود نوشت، سفر حیات از مسعود احمد دہلوی صفحہ 394 تا 397)

بقیہ: فرمانِ خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

حِس ہی ختم ہو گئی جن سے بنیادی اخلاق کا علم ہو جس کی وجہ سے بُرائی اور اخلاق سوز حرکتیں غالب آنے لگ گئیں۔ جب یہ حِس ختم ہو جائے تو پھر پتہ نہیں لگتا کہ اخلاق کیا ہیں، بدی کیا ہے، بُرائی کیا ہے۔ اور جب یہ عادتیں پکی ہو جائیں تو پھر جتنا مرضی زور لگا لیں کم از کم ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے، کسی نہ کسی رنگ میں یہ بُرائیاں موجود رہتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو۔ کیونکہ ہمارے بچے بھی یہیں اسی معاشرے میں رہ رہے ہیں اور بعض دفعہ معاشرے کی ان برائیوں کے سیلاب میں وہ بھی بہہ جاتے ہیں۔ چاہے چند ایک ہی ہوں، لیکن چند ایک بھی کیوں ہوں؟ اور صرف ابتدائی نوجوانی کی عمر کے لڑکے نہیں بلکہ بعض دفعہ اچھے بھلے شادی شدہ بھی جن کے بچے بھی ہوتے ہیں ان بُرائیوں میں پڑ جاتے ہیں اور بجائے بچوں کے حقوق ادا کرنے کے اپنی رقمیں شراب اور جوئے اور دوسری بُرائیوں اور نشوں وغیرہ میں ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ ان لوگوں نے بھی اپنی زندگی کا مقصد ضائع کر دیا۔ پھر تیسری قسم کے لوگ ہیں جو بڑھاپے میں داخل ہو گئے اور بعض کو خیال آ بھی گیا چلو اب اس عمر میں آ رہے ہیں، نیکیاں کر لیں۔ تو فرمایا کہ اعصاب اتنے کمزور ہو چکے ہوتے ہیں کہ اب وہ اس قابل بھی نہیں رہتے کہ نیکیوں کے وہ اعلیٰ معیار قائم کر سکیں جن کی جوانی میں توفیق مل سکتی ہے۔ تو اس طرح زندگی یونہی بےمقصد گزر گئی آخر کو وفات کا وقت آ گیا۔ تو فرمایا کہ بچہ تو پھر بڑوں کی نقل کر لیتا ہے، بعض دفعہ نقل میں دیکھا دیکھی نماز وغیرہ پڑھ لیتا ہے لیکن جب انسان بوڑھا ہو جائے تو اس سے بھی رہ جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بچپن اور بڑھاپے کے زمانے، عمر کے یہ حصے جو ہیں ایسے ہیں جن میں انسان کی پیدائش کے اعلیٰ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے صرف جوانی کا زمانہ رہ جاتا ہے۔ اگر اس وقت کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اعلیٰ معیار قائم کر سکتا ہے اور بندوں کے حقوق کے بھی اعلیٰ معیار قائم کر سکتا ہے۔ پس اگر تم نے اپنی دنیا اور عاقبت سنوارنی ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں شمار ہونا ہے، اپنی نسلوں کے نیکیوں پر قائم رہنے کی ضمانت حاصل کرنی ہے تو جوانی کی عمر سے لے کر بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے پہلے اپنے خدا کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔

(اختتامی خطاب 2004ء۔ برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

عبدالخالق بٹ

مکرم میاں احمد دین صاحب (ہومیو ڈاکٹر) کوئٹہ

خاکسار کے والد مکرم احمد دین بٹ صاحب ہومیو ڈاکٹر (جو عرفِ عام میں بھائی اور بھائی احمد دین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے) ابن مکرم علم الدین صاحب کوٹلی پٹھاناں پنجاب۔ پاکستان میں 1911ء میں پیدا ہوئے۔ والدہ کی وفات کے بعد والد صاحب نے دوسری شادی کر لی تو ہندوستان چلے گئے وہاں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں مل گئیں مطالعہ کیا تو سلسلہ کی حقانیت روشن ہوگئی 1930ء میں انیس سال کی عمر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ 1935ء کے تباہ کن زلزلے کے بعد حکومت نے کوئٹہ رہائش کی کھلی اجازت دے دی تو آپ کوئٹہ آ گئے اور کیفے سٹینلے میں بیکری کی ملازمت کر لی۔ کچھ عرصے بعد کچھ احمدی احباب کی دعوت پر ان کی ٹیکسٹائل مل میں ڈیزائنر کی ملازمت کی۔ اکتوبر 1947ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان کی حفاظت کے لئے رضا کارانہ طور پر جانے والوں کے نام مانگے تو کوئٹہ سے دس احباب نے لبیک کہا جن میں میرے والد صاحب میاں احمد دین صاحب بھی شامل تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 116)

حضورؓ کے ارشاد پر دسوں والنٹیئر کوئٹہ سے لاہور پہنچے۔ وہاں دوسرے شہروں سے بھی قادیان جانے کے خواہش مند احباب آ گئے۔ اس سفر کے لئے جماعت نے بتیس لاریوں کا انتظام کیا تھا مقصد یہ تھا کہ واپسی پر قادیان سے پاکستان آنے کا ارادہ رکھنے والوں کو ساتھ لایا جا سکے۔ یہ قافلہ 2 اکتوبر 1947ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعاؤں کے ساتھ لاہور سے روانہ ہوا۔

حضور نے فرمایا: ’’مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس قافلے کے ساتھ کوئی خطرناک حادثہ پیش آنے والا ہے اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہو‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 116)

دعائیں کرتے ہوئے سفر کر رہے تھے دس بجے ہندوستان کی حدود میں داخل ہوئے۔ بٹالہ کے راستے میں بہت وحشت اور ویرانی تھی سڑک کے دونوں طرف کئی جگہ دلخراش مناظر دیکھے۔ انسانی لاشوں سے اُٹھنے والی بدبو، انہیں نوچتے ہوئے گدھ اور کتے، پناہ کی تلاش میں خستہ حال مسلمانوں کے لُٹے پٹے قافلے، انتہائی تکلیف دہ حالت تھی۔ لمبے سفر کے بعد جب قافلہ کے بٹالہ پہنچنے میں قریباً ایک میل باقی تھا ہندوستانی حکام نے آگے جانے سے منع کر دیا۔ کہ راستہ خراب ہے آگے نہیں جاسکتے رُک کر اگلے حکم کا انتظار کرنے لگے شام ہوگئی ماحول کی دہشت بڑھنے لگی پھر رات ہوگئی کوچ کا حکم نہ ہوا بلکہ رات وہیں گزارنے کا کہہ دیا گیا۔ وہ بالکل نہتے تھے اور دشمنوں کے نرغے میں تھے نیند تو کیا آتی دعائیں مانگتے رہے کہ اللہ خیر کرے۔

صبح ہوئی تو یہ خبر آئی کہ بارش کی وجہ سے راستے خراب ہیں آگے نہیں جاسکتے۔ واپس لاہور چلے جائیں ورنہ ہندو سکھ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

مکرم میاں احمد دین صاحب

وہ جو قادیان جانے کی آرزو لے کر آئے تھے شدید مایوس ہوئے مگر کیا کر سکتے تھے منت سماجت کا اثر نہ ہوا۔ پھر یہ اجازت مانگی گئی کہ واپسی پر پناہ گزینوں کو ساتھ لے جاسکتے ہیں کچھ تامل کے بعد اجازت مل گئی جب نحیف ونزار پناہ گزینوں کو علم ہوا کہ وہ پاکستان جاسکتے ہیں تو پتا نہیں کہاں سے ان میں اتنی طاقت آ گئی کہ تیزی سے لاریوں پر چڑھ دوڑے سب لاریاں بھر گئیں وہاں سے روانہ ہونے ہی والے تھے کہ ارد گرد لمبی گھاس اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے مشین گنیں اور برین گنیں لئے ہوئے مسلح ہندوؤں اور سکھوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ سب دہل کے رہ گئے۔ قیامت کا سماں تھا آن کی آن میں بیسیوں پناہ گزین شہید ہو گئے۔ وہاں سے لاریاں روانہ ہوئیں قافلہ آگے بڑھ رہا تھا گولیاں مسلسل برس رہی تھیں زخمیوں کی چیخ وپکار اور دم توڑتے انسان۔ انتہائی تکلیف دہ حالت تھی۔ کچھ دور جا کر لاریاں اچانک رُک گئیں کیونکہ راستہ لوہے کے بڑے بڑے پہیے رکھ کر بند کر دیا گیا تھا اور ان پر پھر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی اس حملے میں مکرم عیسٰی جان صاحب زخمی ہو گئے اچانک تین ملٹری ٹرک آ کر عین اس جگہ جہاں ان کے ٹرک روکے گئے تھے ٹھہر گئے اگلے اور پچھلے ٹرک میں سے چند مسلح نوجوان اترے اور رائفلیں اٹھا کر اور ان کے درمیان والے ٹرک جن میں ہندو سکھ مرد اور عورتیں بیٹھی تھیں کی طرف پھیر دیا اور ڈرایا کہ ہم تم کو مار دیں گے اس پر ان ہندوؤں اور سکھوں نے مورچے والوں کو اپنے ہاتھوں کے اشارے سے منت سماجت کی کہ فائرنگ بند کر دیں چنانچہ ان کی یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی اور فائرنگ رک گئی ایک فوجی نوجوان نے فوراً سڑک پر سے روکاوٹیں پیچھے ہٹا دیں پھر لاریوں کو اشارہ کیا کہ فوراً نکل جاؤ چنانچہ ڈرائیوروں نے فوراً لاریاں روانہ کر دیں اور جب وہ واہگہ پہنچے تو پھر غیر مسلم فوجیوں نے ان کا استقبال اس طرح کیا کہ فوراً رائفلیں تان لیں اور فائرنگ کرنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بلوچ رجمنٹ بھیج دی اس طرح ان وحشیوں کے ارادے خاک میں مل گئے اس طرح یہ قافلہ بخیریت واہگہ سے آگے نکل کر لاہور پہنچ گیا۔

بعد میں پتا لگا کہ اس رات قادیان پر حملہ کرنا تھا اس لئے روکا گیا کچھ عرصہ لاہور میں گزارنے کے بعد لاہور سے کچھ فوجی ٹرک ہندوؤں اور سکھوں کے خاندانوں کو ہندوستان لے جارہے تھے تو جماعت نے ہر ٹرک میں تین تین چار چار احمدی احباب کو بھی سوار کر دیا تا کہ قادیان جاسکیں اس طرح چند لوگ جن میں میرے والد صاحب بھی تھے سب دوست بغیر کسی رکاوٹ کے قادیان پہنچ گئے اور وہاں پر قادیان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران قادیان پر حملہ ہوا اور ہندوستانی فوجی اسلحہ کی تلاش میں قادیان پہنچے لیکن خدا کے فضل سے ہندوستانی خائب و خاسر واپس ہوئے اور یہ حملہ ناکام رہا اگرچہ وہاں اسلحہ تھا جو دروازوں کے پیچھے رکھا گیا تھا لیکن ان کو نہ مل سکا اور بھی کئی واقعات ہوئے جو ازدیاد ایمان کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ چھ ماہ قادیان میں قیام کے بعد واپس لاہور آ گئے اور پھر کوئٹہ پہنچ کر اپنے کام میں لگ گئے۔ اور بلوچستان ٹیکسٹائل ملز میں کام کرنے لگے۔ اس کے مالی حالات خراب ہونے پر نوکری چھوڑ دی اور اپنی بیکری کی دکان کھول لی۔ اس دوران آپ کے ایک دوست نے کپڑے کی فیکٹری کھولنے کا ارادہ کیا اور آپ کو دعوت شراکت دی آپ نے اس میں کام شروع کر دیا لیکن یہ فیکٹری زیادہ دیر نہ چل سکی آپ نے کسی اور کی بیکری میں کام شروع کیا اور اسی دوران آپ نے ہومیو پیتھک کے امتحان کی تیاری کر کے امتحان دیا اور کامیاب ہو گئے اس کے بعد اپنی پریکٹس شروع کر دی جو بہت کامیاب رہی۔ اس دوران مکرم شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ نے اپنے ساتھ کام کرنے کی تحریک کی جو آپ نے قبول کر لی اور پھر تاحیات ان کے ساتھ کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالی قربانی کی بہت توفیق دی جو کماتے جماعت کو چندہ دے دیتے۔ آپ 1982 میں کوئٹہ سے جلسہ سالانہ ربوہ کے لئے روانہ ہوئے پہلے دن کا جلسہ بخیر و عافیت گزر گیا لیکن رات کو آپ کو کچھ تکلیف ہوئی دوائی لی اور لیٹ گئے اسی دوران دل کا دورہ پڑا اور جانبر نہ ہوسکے موصی تھے بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ آپ کا وصیت نمبر 5800 ہے۔

ہماری والدہ مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ (1917ء۔ 2004ء) بہت پارسا، صوم وصلوٰۃ کی پابند سلسلے کے ساتھ مخلص بہادر اور محنتی خاتون تھیں۔ ہمارے والد صاحب کی گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے والدہ صاحبہ نے نہ صرف ہماری تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی ہوئی تھی بلکہ محنت کر کے گھر کے اخراجات اُٹھانے میں بھی مدد کرتی تھیں۔ مڈوائف تھیں۔ اپنے کام میں بہت مہارت رکھتی تھیں۔ کوئٹہ کی عورتیں عام طور پر مرد ڈاکٹر کے پاس جانا پسند نہ کرتی تھیں اس لئے آپ ایک مقبول اور مشہور معالج تھیں کہتی تھیں کہ کوئٹہ کا شاذ ہی کوئی گھر ایسا ہوگا جس کے گھر کے افراد نے آپ سے علاج نہ کرایا ہو۔ سب لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ موصیہ تھیں بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

آپ کی اولاد عبدالخالق بٹ۔ نسیم الدین بٹ منورالدین بٹ۔ امۃ النصیر بٹ ہیں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ وتلخیص: م۔ظفر

نشانہ لگانے والی مچھلی

غروب آفتاب کے وقت ملگجی اندھیرے میں ایک شخص ندی کنارے سگریٹ پینے میں مصروف تھا کہ دفعتاً سگریٹ کے سلگتے حصے پر پانی کے چھینٹے پڑے اور سگریٹ کا شعلہ بجھ گیا۔ اس نے آسمان کی جانب دیکھا، مطلع بالکل صاف تھا اور بارش کا کوئی امکان نہیں تھا۔ غور کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ یہ حرکت پانی میں موجود مچھلی کی تھی۔

یہ آرچر فش تھی جو گیانا، آسٹریلیا، فلپائن اور ایشیا کے جنوب مشرق میں پائی جاتی ہے۔ اس کا شکار کرنے کا طریق بہت دلچسپ اور منفرد ہے۔ یہ ندی کنارے جھکی ہوئی جھاڑیوں اور درختوں کی شاخوں پر رینگتے کیڑوں کو اپنے منہ میں پانی بھر کر نشانہ لے کر زور سے ان کی طرف پھینکتی ہے۔ پانی کی تیز پھوار لگنے سے کیڑوں کا توازن بگڑ جاتا ہے اور وہ پانی میں گر جاتے ہیں اور آرچر فش لپک کر ان کو کھا لیتی ہے۔ نشانہ لگانے والی اسی خاصیت کی بناء پر اسے Archer Fish کہا جاتا ہے۔

معاملہ جتنا سادہ نظر آتا ہے اتنا ہے نہیں۔ کیڑوں پر نشانہ لیتے وقت مچھلی کی آنکھیں پانی کے اندر ہوتی ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ پانی میں کسی بھی چیز کا عکس مختلف زاویہ پر نظر آتا ہے جسے optical illusion کہا جاتا ہے۔ اس کا مشاہدہ کانچ کے برتن میں پانی ڈال کر اس میں پینسل رکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ تیر بہ ہدف نشانہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ مچھلی optical illusion کا بھی بخوبی حساب کتاب رکھے۔ نہ صرف یہ بلکہ پانی منہ سے نکلنے کے بعد ہدف کی طرف جاتے ہوئے کشش ثقل کے باعث بالکل سیدھا نہیں جاسکتا اور اس میں خم پیدا ہو جاتا ہے اس لیے مچھلی کو ایسے زاویہ پر شکار کی جانب پانی پھینکنا ہوتا ہے کہ وہ سیدھا جا کر نشانے پر لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی مچھلی کو یہ تمام کیلکولیشن سکھا رکھی ہیں جن کی مدد سے پانی میں رہتے ہوئے یہ مچھلی دو میٹر کے فاصلہ تک کیڑوں کو بالکل ٹھیک ٹھیک نشانہ لگا کر پانی میں گرا دیتی ہے۔

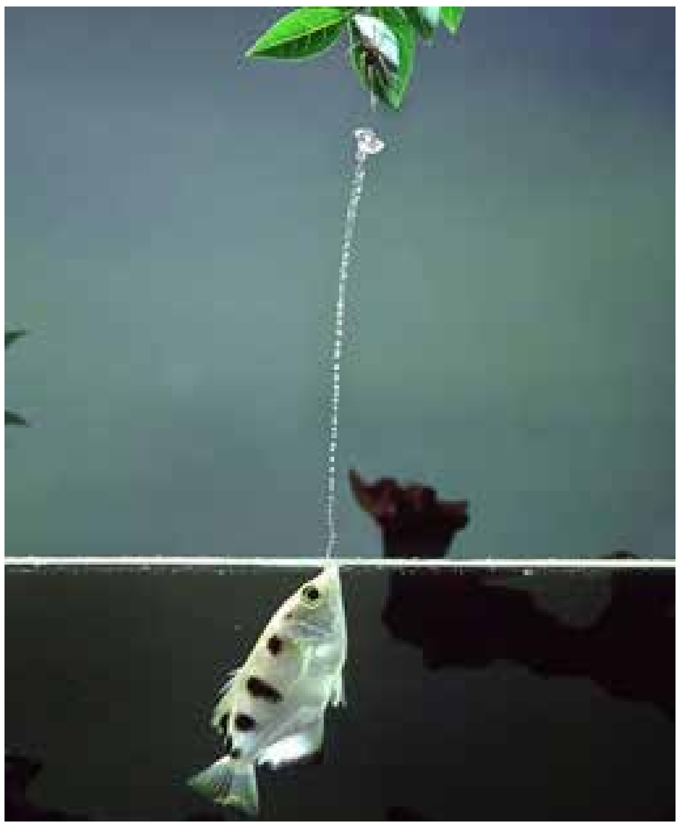

یہ پانی سے باہر اپنی پچکاری کی پہنچ میں آنے والے ہر اس کیڑے کو نشانہ بناتی ہے جو حرکت کر رہا ہو یا چمک رہا ہو، جیسے جگنو وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اس مچھلی نے ندی کنارے کھڑے شخص کے سلگتے سگریٹ کو کوئی کیڑا سمجھ کر نشانہ لے لیا تھا۔

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

زیادہ قرب حاصل کر لوں گا۔ تو فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف دینے سے قرب نہیں ملا کرتا، قرب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے اُس فضل کو تلاش کرو۔ پس آج بھی بعض دفعہ مَیں نے دیکھا ہے بعض پڑھے لکھے لوگ بھی پھلانگتے ہوئے آگے آنے کی کوشش کرتے ہیں اُن کو احتیاط کرنی چاہئے۔ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ کسی دوسرے کی تکلیف کا باعث نہ بنیں۔ اور جلسے کے دنوں میں کیونکہ رَش ہوتا ہے اس لئے جو پہلے آنے والے ہیں وہ آگے کر بیٹھ جایا کریں تا کہ پیچھے سے آنے والے آرام سے بیٹھا کریں، بجائے اس کے کہ بیچ میں جگہ خالی ہو اور پھر لوگوں کو پھلانگ کر آنا پڑے۔

حضرت غلام محمد صاحب، یہ نارووال کے تھے پولہ مہاراں کے۔ وہ کہتے ہیں کہ جلسہ 1904ء میں شمولیت کے لئے خاکسار بمع دیگر احمدیان چوہدری محمد سرفراز خان غیر مبائع سکنہ بدوملہی اور میاں چراغ دین صاحب مرحوم ستواڑہ، چوہدری حاکم سکنہ منگولہ اور یہ سارے لوگ بہت سارے جو تھے رات کو امرتسر گاڑی پر پہنچے۔ کہیں رات کو کسی جگہ بٹالے میں اترے۔ کسی سید کی مسجد میں رات گزاری۔ پھر صبح قادیان پہنچ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دالان میں تقریر فرما رہے تھے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا گھر ہے جہاں آج کل، یہیں پہلے مہمان خانہ ہوتا تھا۔ تقریر سورۃ بقرۃ کے رکوع نمبر ایک اور سورۃ دہر کی تفسیر تھی۔ نفسِ امارہ، نفسِ لوّامہ، نفسِ مطمئنہ کی تشریح تھی۔ یعنی نفسِ امارہ وہ ہوتا ہے جب انسان گناہ ہی کرتا ہے۔ تو نفسِ امارہ غالب ہوتا ہے۔ نفسِ لوّامہ گناہ بھی کرواتا ہے اور نیک کام بھی، اور بعض بعض دفعہ نفسِ امارہ اور نفسِ لوّامہ کی باہمی لڑائی رہتی ہے۔ کبھی گناہ کی حالت غالب کر لیتی ہے، کبھی نیکی کی۔ نیکی غالب ہو جانے پر، اگر مکمل طور پر نیکی غالب آجاتی ہے جب اور گناہ دور بھاگ جاتا ہے تو پھر نفس مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے۔ انسان گناہ نہیں کرتا بلکہ نیکی سے ہی واسطہ رہتا ہے۔ اُس صورت میں پھر جب نفس مطمئنہ حاصل ہو جائے۔ نفس امارہ ونفس لوامہ کی کُشتی ہوتی ہے۔ یعنی برائی کو ابھارنے والا النفس اور پھر اس پر ملامت کرنے والا النفس جو ہے وہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ کبھی وہ جیت گیا، کبھی وہ جیت گیا۔ کبھی وہ اوپر ہوتا ہے کبھی وہ نیچے، کبھی وہ اوپر کبھی وہ نیچے۔ پھر کہتے ہیں کہ اس کے بعد آیت اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ کَاۡسٍ کَانَ مِزَاجُہَا کَافُوۡرًا (الدھر:6) تلاوت فرمائی کہ خدا کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو ایسے پیالے پیش کئے جائیں گے جن میں کافوری کی خاصیت ملی ہوئی ہوگی۔ اس تلاوت فرمانے کے بعد فرمایا کہ جس طرح کافوری شربت ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، اسی طرح جب نفس مطمئنہ حاصل ہو جاوے، اطمینان ہو جاتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ وَیُسۡقَوۡنَ فِیۡہَا کَاۡسًا کَانَ مِزَاجُہَا زَنۡجَبِیۡلًا (الدھر:18) کہ اور اس میں ان پیالوں میں پلایا جاتا ہے جس میں زنجبیل ملی ہوئی ہوگی۔ پھر فرمایا کہ جس طرح زنجبیل کا شربت لذیذ ہوتا ہے ایسا ہی نفس مطمئنہ حاصل ہو جانے پر نیکی کی لذت حاصل ہو جاتی ہے۔ بدی کی طرف خیال بھی نہیں جاتا۔

(ماخوذ از روایات حضرت غلام محمد صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 3 صفحہ 172، 173)

پس یہ روایت مَیں نے خاص طور پر اس لئے بھی لی تھی کہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کو کس طرح سنتے تھے؟ کس طرح اُن سے استفادہ کرتے تھے؟ اور کس طرح اُن کو یاد رکھتے تھے؟ پھر بڑے سادہ الفاظ میں آگے بیان بھی کر دیا کہ دوسروں کو سمجھ بھی آجائے۔ پس اسی سوچ کے ساتھ ہمارے یہاں جلسے پر آنے والے ہر شخص کو جلسے میں شامل ہو کر تقاریر کو سننا بھی چاہئے اور اُن سے علمی فیض بھی حاصل کرنا چاہئے، روحانی فیض بھی حاصل کرنا چاہئے اور یاد بھی رکھنا چاہئے، تا کہ پھر آگے اس علم اور روحانیت کو پھیلانے والے بھی بنیں۔

(خطبہ جمعہ 24؍ جون 2011ء)

12جون2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:10	19:03
مدینہ منورہ	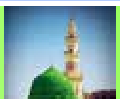	04:01	19:11
قادیان	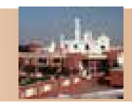	03:43	19:34
ربوہ		03:23	19:14
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:18	21:19